OPEN ACCESS
Al-Wābil
ISSN (Online): xxxx- xxxx
ISSN (Print): xxxx - xxxx
https://ejrss.com/index.php/wabil/index

Al-Wābil, Vol.:01, Issue: 01, Jan – June 2024
DOI: 10.53583/wabil.i1r1, PP: 1-11

کاروان زندگی از سید ابوالحسن علی ندوی کا تعارفی مطالعہ

An Introductory Study of Kārwān-e-Zindagi by Syed Abul Hasan Ali Nadwi

***Mahfooz Ur Rehman**
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies,
Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Pakistan.
Email: mahfoourrahman637@gmail.com

Abstract

Throughout history, scholars have emerged in the subcontinent to revitalize the Muslim Ummah and confront non-Muslim adversaries. Among these luminaries, Syed Abul Hasan Ali Nadvi, stands as a paramount figure who dedicated himself to both academic scholarship and practical reform. His works and research are unequivocally regarded as seminal resources for both intellectual and pragmatic advancement. Of particular significance in his corpus is "Kārwān-e-Zindagi" a pivotal work encapsulating the essence of Qur'anic thought. This article delves into Syed Abul Hasan Ali Nadvi's autobiography exploring his exegetical insights and expounding on his sermons from "Kārwān-e-Zindagi" that address a myriad of topics.

Keywords: *Kārwān-e-Zindagi, Syed Abul Hasan Ali Nadvi, Autobiography, Qur'anic Thought, Exegetical Work.*

تعارف موضوع

برصغیر میں امت مسلمہ کی اصلاح اور غیر مسلم قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر دور میں علماء میدان میں آتے رہے، جن میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ سر فہرست ہیں، جنہوں نے علمی و عملی ہر دو سطح پر اصلاح کے لیے کام کیا،آپ کی کتب و تحقیقات بلاشبہ علمی اور عملی اصلاح کا بہترین ماخذ سمجھی جاتی ہیں۔برصغیر میں موصوف کی فکر کو ایک علمی تحریک کے طور پر لیا جاتا ہے اور ہر دور میں اس سے رہنمائی لے کر ملکی اور سماجی زندگی کے بڑے مسائل کے حل میں مدد لی جاتی ہے، انکی تحریرات میں "کاروان زندگی" خاص مقام و مرتبہ کی حامل ہے، جس کا بنیادی نکتہ "قرآنی فکر" ہے، مقالہ ہٰذا میں سید ابوالحسن علی ندویؒ کی خودنوشت سوانح حیات "کاروان زندگی" میں ان کے مختلف الموضوع خطبات میں ان کی تفسیری فکر کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

سید ابوالحسن علی ندویؒ کے خطبات کا مقصد دین اسلام کے مختلف موضوعات اور پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے، خطبات کے موضوعات میں ان کے تفسیری نکات، قرآن فہمی اور تفسیری فکر موجود ہوتی ہے جس کی طرف عام قاری کی توجہ نہیں جاتی، اس لحاظ سے ان کی تفسیری مباحث کو جمع کرنے کی ضرورت ہے۔ سید ابوالحسن علی ندویؒ معتدل مزاج، خطیب، داعی اور مبلغ تھے، امت مسلمہ کو پیش آمدہ مسائل اور عصر حاضر کے مسائل کا حل اپنے خطبات میں جابجا ذکر کیا ہے، اس طرح آیات کریمہ کے شان نزول کی روشنی میں زمانہ کے حالات کا جائزہ لینے اور ان کا حل پیش کرنے کی کوشش ان کے خطبات میں ملتی ہے، علومِ اسلامیہ کے کسی بھی طالب علم کے لیے سید ابوالحسن علی ندویؒ کی انوکھی تفسیری کاوش انتہائی دلچسپی کا باعث ہے۔

CC BY

"کاروان زندگی" کا تعارفی مطالعہ

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وفات کے بعد یہ عام تاثر پایا گیا کہ ملت اسلامیہ ایک عظیم جرات مند، بے باک اور دینی غیرت و حمیت سے سرشار مخلص اور حق گو داعی سے محروم ہو گئی ہے۔ بالخصوص ہندوستان کی ملت اسلامیہ یتیم ہو کر رہ گئی ہے، مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ ایک طرف اخلاص کی دولت سے مالا مال ملی تڑپ ان کے سینہ میں موجزن علم و مطالعہ سے ان کی زندگی عبارت سلوک و تزکیہ میں کندن بنی شخصیت وسیع النظر اور بیش بہا قیمتی تجربات کا سرمایہ ان کے پاس تھا، دینی غیرت و حمیت آپ کا سرمایہ افتخار تھی، خم ٹھونک کر حق کا اظہار آپ کا طرہ امتیاز تھا، مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ کی پوری زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ مذہبی مفاد دین کی بالادستی ملی مفاد اور حق گوئی کو اپنا شعار بنایا۔ جامعیت کے ساتھ خانقاہ و مدرسہ ملی مسائل و عصری جامعات اور علمی و تصنیفی میدان کو اپنی دعوتی سرگرمیوں کی جولان گاہ بنایا، ان کی زندگی زندہ دلی کا سحر انگیز نتیجہ تھی، اب وہ زندہ دلی ہی نظر نہیں آتی، تو مولانا جیسا بلند کردار اور ان کے جیسا جرات گفتار ملی مسائل پر تڑپ جانے اور تڑپا دینے کا وصف اور وسیع القلبی اور وسیع النظری کہاں نظر آئے، اس دور میں جبکہ زندہ دلی مفقود ہوئی جاتی ہے ہر تحریک و عمل مفاد سے وابستہ ہوا جاتا ہے جاہ و منصب کی طلب اور مادیت پسندی سے کوئی خالی نظر نہیں آتا، حق گوئی اور بے باکی اور جرات مندانہ تنقید برائے اصلاح سے بھی اعراض کیا جاتا ہے۔ اس صورت حال میں مولانا کی زندگی کے ان تابناک پہلوؤں کو "کاروان زندگی" کی روشنی میں پیش کیا جائے کاروان زندگی میں مصنف مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ کے تمام افکار و خیالات اور احساسات کا ظہور ہو جاتا ہے۔ خود نوشت سوانح حیات "کاروان زندگی" کے متعلق مصنف مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر کرتے ہیں :

> "اس تصنیف کا محرک یہ خیال بھی تھا کہ اپنے فکری شعور، ذہنی ارتقاء، تحریر و تصنیف کی تاریخ اور اپنے زمانہ کے اہم واقعات و حوادث اور دعوتوں اور تحریکوں کا ذکر کرنے کے سلسلہ میں اپنے ان خیالات و افکار، مشاہدات و تاثرات اور دعوت و تحریک کو اجمالاً و اختصاراً پیش کرنے کا بھی موقع ملے گا جو کثیر التعداد مضامین اور ان کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں جن کی تعداد اب پچاس سے اوپر ہو چکی ہے اور جن پر بیک وقت ہر صاحب ذوق کی نظر پڑنی مشکل ہے"[1]

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب "کاروان زندگی" مولانا کی خود نوشت سوانح حیات ہے، جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات، ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث، تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل ہے، اس میں بیسویں صدی کی تاریخ اور ایک داعی و معلم، مربی و مصنف، مفکر و مصلح کی ہمہ جہت زندگی کا نچوڑ ہے۔

یہ کتاب کل سات حصوں پر مشتمل ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

حصہ اول: "کاروان زندگی" کا حصہ اول 1915ء سے 1965ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ اٹھارہ ابواب اور 518 صفحات پر مشتمل ہے جس کے مضامین درج ذیل ہیں:

خاندان، وطن، ماحول، بچپن، عہد طفلی کے چند نقوش و تاثرات، بچپن کے بعض اہم واقعات، لکھنو کا قیام، کتابی دنیا، تحریک خلافت، والد صاحب کی وفات، گھر کی تعلیم و تربیت، شیخ خلیل عرب کے یہاں عربی تعلیم کا آغاز، اردو زبان و ادب کا مطالعہ، لاہور کا تاریخی سفر، علامہ تقی الدین الہلالی کی آمد دار العلوم ندوۃ العلماء میں، برادر معظم کی علمی و ذہنی رہنمائی، انگریزی تعلیم کا انہماک اور اس سے علیحدگی، لاہور اور دیوبند میں قیام، دار العلوم ندوۃ العلماء سے باضابطہ تعلق اور تعلیم و تدریس کے دس سال،

"سیرت سید احمد شہیدؒ" کی تصنیف کا آغاز، حضرت تھانوی کی مجالس، بعض اہم سفر و واقعات، کلام اقبال سے دلچسپی، ندوۃ العلماء کی طرف سے ترتیب نصاب کی کوشش کا آغاز، عربی زبان وادب اور قواعد کی نئی کتابیں، مدارس کی چہار دیواری سے وسیع مطالعہ اور فکر و عمل کے میدان میں، عربی میں دعوتی لٹریچر کی تیاری کا سلسلہ، حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت سے ربط و تعلق، تبلیغی مشغولیت اور سرگرمی، حضرت مولانا الیاسؒ کی وفات اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی نیابت وخلافت، حج کے دو سفر، سفر مصر اور مشرق وسطی کا دورہ، چند سفر اور کچھ نئی تصنیفات، دمشق یونیورسٹی کی دعوت پر خطبات کا سلسلہ اور سفر شام و لبنان اور ترکی، ہندوستان میں قیام، رنگون اور کویت کے سفر، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں قیام اور حجاز مقدس کا تیسرا سفر اور "ندائے ملت" کا اجراء، چند اہم حوادث اور یورپ کا پہلا سفر۔

حصہ دوم: "کاروان زندگی" کا حصہ دوم 1966ء سے 1983ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ پندرہ ابواب اور 420 صفحات پر مشتمل ہے جس کے مضامین درج ذیل ہیں:

بعض اہم تصنیفی و تحقیقی کام، چند اہم واقعات و حوادث، قومیت عربیہ اور اشتراکیت کے علمبردار صدر ناصر کی مخالفت، ہندوستان کے ملی و ملکی مسائل سے دلچسپی اور میدانی جد و جہد، تحریک پیام انسانیت اور اس کے محرکات و مقاصد، پاکستان و ہندوستان کی جنگ، مسلم پرسنل لاء بورڈ کا قیام، مشرق وسطی کے چھ مسلم ممالک کا دورہ اور خلیج عربی کے سفر، ندوۃ العلماء کا 85 سالہ جشن تعلیمی، ایمرجنسی کے زمانہ میں شریمتی اندرا گاندھی سے ملاقات اور بعض اہم واقعات، مغرب اقصی اور نئی دنیا (امریکہ) کا سفر، پاکستان کے سفر اور دو اہم حادثے، سعودی سربراہی مملکت اور ذمہ داروں کے نام ایک اہم تحریری یادداشت، قطر کی سیرت کانفرنس اور فیصل ایوارڈ کا حصول، دار العلوم دیوبند کا صد سالہ اجلاس، مذاکرہ ادبیات اسلامی، ایک علمی اعزاز، دار المصنّفین اور الجزائر کے سیمینار، سری لنکا کا سفر، آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامی سنٹر کا افتتاح اور مقالہ "اسلام و مغرب"۔ جلد دوم میں سید ابوالحسن علی ندویؒ کی زندگی کے آخری پانچ ماہ کے حالات و واقعات کا ذکر ہے جن کو حضرت کے خواہر زادہ اور جانشین مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ نے تحریر کرکے سوانح حیات "کاروان زندگی" میں شامل کر دیے۔

حصہ سوم: "کاروان زندگی" کا حصہ سوم 1984ء سے 1987ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ تیرہ ابواب اور 360 صفحات پر مشتمل ہے جس کے مضامین درج ذیل ہیں:

عمان، حجاز، یمن کا سفر اور یمن کے مشاہدات و تاثرات، بنگلہ دیش اور پاکستان کا سفر، ہندو احیائیت کی ہندگیر تحریک اور پیام انسانیت کا ایک دورہ، مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کی مہم اور اسلامی عائلی قانون میں عدالت کی مداخلت اور اس کا مقابلہ، استنبول میں رابطہ ادب اسلامی کا جلسہ اور کراچی کا چند روزہ قیام، انگلستان، الجزائر اور حجاز کے سفر، آکسفورڈ یونیورسٹی کے اسلامک سنٹر کے سیمینار میں شرکت، دہلی، ناگ پور اور پونہ کے ڈائیلاگ، رابطہ ادب اسلامی کے اجلاس، ملائیشیا کا سفر اور مسلم تنظیموں میں خطاب، آیت اللہ خمینی صاحب کی مخالفت، فرقہ اثنا عشریہ کے بعض مشہور اور مسلم عقائد پر تنقید اور "دو متضاد تصویریں" کی تعلیم، میرٹھ کا ہولناک فساد، اندرون و بیرون ملک کے چند سفر، حجاز کا سفر، رابطہ کے معتمر اسلامی عام سوم میں شرکت، دو سیمینار اور ایک عظیم حادثہ۔

حصہ چہارم: "کاروان زندگی" کا حصہ چہارم 1988ء سے 1990ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ 440 صفحات پر مشتمل ہے، اس میں اہم واقعات و حالات، تحریکات و سرگرمیاں، ملت اسلامی ہندی کے وجود اور اس کے ملی

تشخص کی بقاء و تحفظ کے لیے پیدا ہونے والے خطرات اور ان کے مقابلے کے لیے دینی جماعتوں اور باحمیت اہل فکر کی کوشش کی روداد، ان کے دلوں کی دھڑکنوں اور دماغوں کی خلشوں کی تصویر بیرونی ممالک کے سفروں اور علمی وادبی مجالس کی شرکت کی روداد اور بابری مسجد کے قضیہ کے نتیجہ میں ہولناک فرقہ وارانہ فساد کی جھلکیاں اس اہم تاریخی دور کا ایسا واقعاتی و تحلیلی جائزہ ہے جس سے اس دور کے ہندوستان کا کوئی مؤرخ بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

حصہ پنجم: ''کاروان زندگی'' کا حصہ پنجم 1990ء سے 1993ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ 358 صفحات پر مشتمل ہے، اس میں ہندوستان، ازبکستان، روس کے اہم واقعات و حالات اور مختلف قومی و بین الاقوامی تحریکات و سرگرمیاں، خلیجی و ملت اسلامی ہندی کے وجود اور اس کے ملی تشخص کی بقاء و تحفظ کے لیے پیدا ہونے والے خطرات اور ان کے مقابلے کے لیے دینی جماعتوں اور باحمیت اہل فکر کی کوشش کی روداد، بیرونی ممالک کے سفروں اور علمی وادبی مجالس کی شرکت کی روداد کا واقعاتی بیانیہ پیش کیا گیا ہے۔

حصہ ششم: ''کاروان زندگی'' کا حصہ ششم 1994ء سے 1996ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ 380 صفحات پر مشتمل ہے، اس میں اہم واقعات و حالات پر تاثرات اور ان سے اخذ کردہ نتائج ایک داعی دین اور ملل ادیان کی تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے مخلصانہ مشورے اور تبصرے اندرون اور بیرون ملک کے طویل سفر خاندان اور ملت کی اہم شخصیات کا انتقال، علمی و دینی واصلاحی کانفرنسز اور سیمیناروں میں شرکت کی روداد ایک تاریخی مرقع کے علاوہ دعوت فکر و عمل بھی ہے۔

حصہ ہفتم: ''کاروان زندگی'' کا حصہ ہفتم 1997ء سے 1999ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ دو جلدوں پر مشتمل ہے، جلد اول 312 صفحات اور جلد دوم 116 صفحات پر مشتمل ہے، جلد اول میں ملکی و بین الاقوامی حوادث، اہم دعوتی علمی وادبی اور تعلیمی واصلاحی کانفرنسز اور سیمیناروں کی روداد، ملت کی اہم شخصیات کا انتقال، مصنف کی زندگی کے بعض پر شور ہنگامہ خیز مراحل اس کے خلاف حریفانہ و جارحانہ مہم بعض بین الاقوامی ایوارڈ کی پیش کش، اپنے ماحول و عہد کے بہت سے حقائق و تغیرات واحساسات اور بدلتے ہوئے ماحول کی تصویر کشی، دین کے داعیوں اور ادیان و ملل کے طالب علموں کے لیے چشم کشا کتاب ایک تاریخی دستاویز ادبی مرقع دعوت فکر و عمل ہے۔

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کا منہج تفسیر

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ایک عظیم داعی، مبلغ اور مفسر ہیں انہوں نے اپنی غیر معمولی صلاحیت کو خدمت قرآن میں لگا دیا اور اس کے ذریعے قرآن کا پیغام اور اس کا اعجاز آشکارا کرنے اور اس کے دقائق و نکات سے پردہ اٹھانے میں زندگی کی آخری شام تک مصروف رہے سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی کسی بھی موضوع پر کوئی بھی تحریر ہو قرآنی آیات سے مرصع اور مزین ہوتی ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی خدمت قرآن کے متعدد پہلو ہیں وہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں جس طرح آیات سے استدلال کرتے ہیں قرآنی اسالیب کی وضاحت کرتے ہیں قرآنی بیانات کا اعجاز آشکارا کرتے ہیں ان کی تشریح و تفسیر میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے قرآن سے امت کے لیے اجتماعی پیغام اور اجتماعی مسائل کا حل تلاش کیا ہے تاکہ امت کی اجتماعیت کو اسی طرز پر بحال کیا جائے جس طرز پر قرن اول میں تھی۔

قرآنی آیات سے امت کے لیے اجتماعی پیغام:

1۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بوقت وفات اپنے بیٹے پوتے اور نواسوں کو جمع کیا اور ان سے ایک سوال کیا کہ ''مَا

تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ'' میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے ؟اس واقعے سے سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نسل نو کی طرف جن چیزوں کو منتقل کیا جاتا ہے ان میں سب سے اہم عقیدہ و عمل اور خالص توحید ہے اسی لیے ضروری ہے کہ ہر صاحب ایمان اپنی موت کے قریبی وقت میں اپنی اولاد کو ایمان و یقین کی وصیت کرے کیونکہ یہ سب سے اہم قیمتی اور لازوال اثاثہ ہے۔[2]

2۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کو سمندر پار کرکے لیے جارہے تھے تو ان کی قوم نے ایک جگہ میلہ لگا ہوا دیکھا تو معلوم کرنے پر یہ بات واضح ہوئی کہ اس میلہ میں کچھ بت رکھے ہوئے ہیں جن کی عبادت ہو رہی ہے اس منظر کو دیکھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل نے مطالبہ کیا کہ ان کے لیے بھی مجسم اور چشم دید معبود کا انتظام کیا جائے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس پر جلال آیا تو فرمانے لگے کہ تم حقیقتاً جاہل ہو جس شغل میں یہ قوم مست ہے وہ سب بے ہودہ ہے۔اس واقعے سے سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ کسی معاشرہ کے لیے دو چیزیں انتہائی خطرناک ہیں ایک فکری انتشار اور دوسرے معاشرہ میں دولت پیدا کرنے کی ریس اور اس کے مظاہر کی نمائش یعنی کسی معاشرے کی تباہی میں فکری انتشار کو بڑا دخل ہے جب کوئی قوم اعتقادی طور پر منتشر ہو اور دولت پیدا کرنے کی ریس اور اس کے مظاہر کی نمائش ایک ایسا عمل ہے جس سے حلال و حرام جائز و ناجائز کی تمیز اور احساس ختم ہو جاتا ہے ان دو اہم وجوہات کی بنا پر معاشرہ تباہی و بربادی کا شکار ہو جاتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ معاشرے کے افراد کو ایک عقیدہ کے ساتھ جوڑا جائے۔ نیز یہ کہ معاشرے کے افراد کو دولت کی فراوانی اور اس کے نقصانات سے آگاہ کیا جائے۔[3]

هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ[4]

اس آیت کی تفسیر میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے مغرب کی تباہی کی اصل وجہ سے امت کو خبر دار کیا کہ آج یورپ اور امریکہ کے ہاتھ میں دنیا کی باگ ڈور ہے اور وہ اس دنیا کی فکری قیادت بھی کر رہے ہیں اور علمی و سائنسی اور انتظامی قیادت بھی کر رہے ہیں لیکن انہوں نے علم کا رشتہ اسم الٰہی سے توڑ دیا ہے لہٰذا ترقی یافتہ دنیا کے سائنٹیفک ادارے، ٹیکنالوجی کے ادارے، ایجوکیشن کے ادارے انجینئرنگ کے ادارے بلکہ پولیٹیکل ادارے اور طاقتیں بھی اسم الٰہی کے ساتھ وابستہ ہوں یہ بہت ضروری ہے۔یعنی دنیا کی تمام تر مادی ترقی خاک ہے جب تک کہ وہ ترقی اسم الٰہی کے رشتے سے منسلک نہ ہوں جب ترقی یافتہ دنیا کے تمام تر ادارے اسم الٰہی سے وابستہ ہوں گے تو مقصد میں کامیابی حاصل ہو گی۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ [5]

اس آیت کی روشنی میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے بلاغ اور تبلیغ کی اہمیت اور اس کے مفید و مضر اثرات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ابلاغ و تبلیغ اور اطلاع و تاثیر کو صحیح محل اور صحیح مقصد کے لیے استعمال کرنے کی ترغیب دی پھر بلاغ و تبلیغ کے غلط مقاصد اور غلط محل پر استعمال کرنے کے گمراہ کن، فساد انگیز اور خطرناک مقاصد کے متعلق آگاہی دی تاکہ متوازی، صحیح مقاصد اور نظام ابلاغ و اطلاع کے ادارے اسلامی ممالک میں قائم ہوں۔[6]

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ-قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ

لَه قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ [7]

اس آیت کے ضمن میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں میں قرآن کا طالب علم ہوں اور اس کے معنی اور اشاروں کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں میرے خیال میں اس واقعہ کی طرف گہرا اشارہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین و پیغام کو بھی کبھی کبھی سو سال تک مردہ ہو جانے کے بعد دوبارہ حیات و تازگی دے سکتا ہے لہذا قرن اول میں جن علاقوں میں اسلام کا جھنڈا لہرایا گیا تھا ان علاقوں میں اسلام کی بیداری کی امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔[8]

وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ[9]

اس آیت کے ضمن میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے عالم اسلام کو مرکز اسلام یعنی بیت اللہ میں پیدا ہونے والے خطرات اور سازشوں سے آگاہ فرمایا اور یہ واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ اس آیت میں یہ واضح اشارہ موجود ہے کہ مرکز اسلام یعنی بیت اللہ میں الحاد کی وباء پھیل سکتی ہے جس سے بچنے کی اور روکنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔[10]

اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِىَ وَ قِيْلَ مَنْ رَاقٍ [11]

اس آیت کی تشریح میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے عالم اسلام کی موجودہ حالت کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس وقت عالم اسلام عموماً اور جزیرۃ العرب اور بلاد مقدسہ خصوصاً ایسے سنگین اور فیصلہ کن مرحلہ سے گزر رہے ہیں اس کا مقابلہ کرنے اور اس کے ازالہ کی کوشش میں ایک لحہ کی بھی تاخیر کی گنجائش نہیں یعنی کسی بھی صورت اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ عالم اسلام کے خلاف کی گئی سازشوں سے چشم پوشی کی جائے۔[12]

مفردات القرآن کی لغوی تحقیق

سید الحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو عربی زبان وادب اس کے اسرار و رموز، نحو و صرف، فصاحت و بلاغت اور فنی باریکیوں پر مکمل دسترس حاصل تھی آپ کی فصاحت و بلاغت اور عربی دانی کا خود عربوں نے اعتراف کیا ہے آپ کی زبان کی جاذبیت اور روانی کو عقیدت کی نظروں سے دیکھا ہے اس کے ادبی محاسن کا برملا اعتراف کیا ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ مفردات قرآنی کی لغوی تحقیق ان کے معنی کی تعین اور اردو زبان میں ان کے صحیح متبادل کی تلاش کرتے ہیں عربی زبان کے الفاظ اور تعبیر کو سمجھنے کا اعلیٰ ادبی ذوق رکھتے ہیں قرآن مجید کی آیات کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے بعض الفاظ کی ایسی تشریح اور وضاحت کرتے ہیں جس سے قرآن مجید کا اعجاز اور فصاحت و بلاغت کھل کر سامنے آ جاتی ہے اور اس کیفیت سے آشنائی ہوتی ہے جو لفظ کے ساتھ اور انسانی زندگی کی نفسیاتی کیفیت سے بڑی مطابقت رکھتی ہے یہ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی امتیازی خصوصیت ہے جو بہت کم اہل علم میں پائی جاتی ہے۔

قرانی الفاظ کی لغوی تحقیق کا بہت بڑا سرمایہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تحریروں اور تقریروں میں موجود ہے لفظ کا مادہ اس کے قرآنی استعمال میں بلاغت وسعت گہرائی اور جامعیت، لفظ کا ہم معنی یا قریب المعنی الفاظ کی بجائے اسی لفظ کو لانے کی وجہ جیسے سوالات کے جوابات موجود ہیں اس طرح کے سوالات کے جوابات سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے بہت خوبصورتی اور شائستگی سے دیے ہیں جس کے نتیجے میں پوری تابانی کے ساتھ قرآن کریم کا اعجاز آشکارا ہو جاتا ہے۔

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ[13]

کی تشریح اور توضیح کرتے ہوئے سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے لفظ "تفقہ" کی جامعیت اور حکمت کو بیان کیا ہے۔ وہ

لکھتے ہیں:

"عربی زبان میں "سمجھنے" کے لیے بیسیوں لفظ ہو سکتے ہیں فہم، معرفت، تعقل لیکن تفقہ کا لفظ خاص معنی رکھتا ہے اس کے معنی ہیں دین میں گہری سمجھ حاصل کرنا، دین کے ذخیرہ پر عمیقانہ نظر رکھنا، زمانہ کی ضرورت کو سمجھنا اور بدلتے ہوئے زمانہ اور دائمی دین کے درمیان رشتہ پیدا کر سکنا"۔[14]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً[15]

اس آیت میں لفظ "سلم" کا معنی عموماً اسلام سے کیا جاتا ہے لیکن اسلام کی بجائے لفظ "سلم" استعمال کرنے میں کیا حکمت و مصلحت ہے؟

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بظاہر ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ "فی السلم کی بجائے "فی الاسلام" کہا جاتا یعنی اسلام میں داخل ہو جاؤ، مگر نہیں، یہاں "سلم" میں داخل ہونے کو کہا گیا یعنی خدا کے ساتھ تمہارا معاملہ فرمانبردارانہ، مصالحانہ، مطیعانہ اور مکمل ہونا چاہیے، عقائد میں بھی، فرائض و عبادات میں بھی، طرز معاشرت اور طریقہ زندگی میں بھی، تمہیں اللہ تعالیٰ کی تعلیمات اور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اور بتائے ہوئے احکام کا پابند ہونا چاہیے اور تعلقات میں بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ اللہ کے دشمن سے وفاداری اور اطاعت و فرمانبرداری کا تعلق نہ ہو۔ اسلام" کا لفظ "سلم" ہی سے نکلا ہے، عربی زبان اور لغت کے لحاظ سے اسلام کے معنی ہیں اپنے کو حوالہ کر دیا، سلنڈر کر دیا، اور اپنی ہر چیز سے دستبردار ہو گیا اپنی ملکیت سے خواہش، مصالح و مفادات سے فوائد و ضرر میں فرق کے لحاظ اور احساس سے دستبردار ہو گیا، اپنے کو خدا کے احکام کے قدموں میں ڈال دیا اور اپنے کو بالکل سپرد کر دیا"۔[16]

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ[17]

اس ایت میں لفظ "تساٴلون" کو باب تفاعل سے لا کر قرآن ایک اہم حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اس حقیقت کی طرف کیے گئے اشارے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قران مجید میں انقلابی طور پر یہ تصور پہلی مرتبہ پیش کیا گیا کہ انسانی سوسائٹی کا ہر فرد ایک دوسرے کا محتاج ہے ہر ایک سائل ہے اور ہر ایک مسئول ہے، پھر تقسیم اس طرح نہیں کہ سائلین ایک طرف ہوں اور مسئولین دوسری طرف بلکہ جو سائل ہے وہ مسئول بھی ہے اور جو مسئول ہے وہ سائل بھی ہے "تساول" مشترکہ سوال و جواب ایک ایسی زنجیر ہے جس میں ہر ایک بندھا ہوا ہے ہماری تمدنی زندگی ایک جال ہے، جس میں ہر ایک دوسرے کا ضرورت مند ہے"[18]

اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِن بَعْدِىْ[19]

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر و تشریح میں لکھتے ہیں:

"اس میں بیٹے، پوتے، نواسے، بھانجے سب شامل ہیں عربی کا لفظ "بَنِيْهِ" ان سب پر مشتمل ہے"[20]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا[21]

اس آیت کے ضمن میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے "فرقان" کا معنی بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں

"میں مجبور ہوں کہ "فرقان" کا ترجمہ "شان امتیازی" سے کر رہا ہوں فرقان کا لفظ اتنا بلیغ اور وسیع ہے کہ اس کا پورا مفہوم دوسری زبان میں ادا کرنا مشکل ہے"[22]

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ[23]

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لفظ "قیاما للناس" کے ترجمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ "قیاماللناس" کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکتا، میں نے جو اردو کے تراجم دیکھے ہیں، میں اس سے بھی مطمئن نہیں ہوں کہ "قیاماللناس" کا اردو میں صحیح ترجمہ ہوا ہے لیکن میں اس کا مفہوم ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو لوگوں کی زندگی کا دارومدار بنایا ہے"[24]

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ[25]

اس آیت میں موجود لفظ "معروف" کے متعلق سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"معروف" بھی قرآن مجید کا ایک ایسا لفظ ہے کہ اس کا ترجمہ نہیں ہو سکتا یعنی معقول و مستحسن بات، جو چیز عرف عام میں عرف میں داخل ہے اور جس کو فطرت سلیم رکھنے والے سب بالاتفاق اچھا کہتے ہیں"[26]

اردو میں وارد عربی کے الفاظ کی تفسیر

انسانی قافلوں تہذیبوں اور افکار و خیالات کی طرح الفاظ کا بھی تاریخی سفر ہوتا ہے جب ایک زبان کے الفاظ دوسری زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں تو سفر طے کرتے ہوئے اپنی طاقت اور تازگی کھو دیتے ہیں خارجی اور مقامی اثرات قبول کر لیتے ہیں عربی زبان کے بہت سے الفاظ اردو میں استعمال ہوتے ہیں لیکن ان کو صحیح مفہوم و معنی میں سمجھنا دشوار ہو گیا ہے اور ان میں وہ زور اور طاقت باقی نہیں رہی جو اصل زبان میں تھی قرآن مجید کے وہ الفاظ جو اردو زبان میں استعمال ہوئے ہیں ان کا مفہوم لوگوں کے ذہن و خیال میں وہ نہیں ہوتا جس مفہوم میں قرآن میں ان کا استعمال ہوا ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے ایسے الفاظ کی تفصیل سے تشریح کی ہے جس سے ان الفاظ کا حقیقی مفہوم پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔

وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ[27]

اس آیت کے ضمن میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے لفظ "جاہلیت" کی تشریح کی ہے وہ لکھتے ہیں:

"سیرت نگاروں نے لفظ "جاہلیت" کو صرف ان عربوں کے ساتھ محدود کر دیا ہے جو زمانہ رسالت سے پہلے گزرے تھے لیکن حقیقت میں وہ جاہلیت صرف عربوں کے لیے مخصوص نہ تھی وہ ایک عمومی جاہلیت تھی ہر طرف اور ہر سو چھائی ہوئی جاہلیت تھی وہ ذہنیت و عقلیت پر طاری تھی فکر و خیال پر حکمران تھی عقیدہ و عمل پر حاوی تھی اس کے اثرات گہرے اور جڑیں مضبوط تھیں"[28]

لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ[29]

اس آیت کی تشریح میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے لفظ "قوم" کی وضاحت اس طرح کی ہے:

"قوم کے معنی یہ نہیں ہیں کہ مسلمان ایک قوم ہے ہندو ایک قوم ہے اس کے لیے عربی میں "شعوب" کا لفظ استعمال کرتے ہیں قوم کے معنی ہیں انسانوں کا مجموعہ انسانی جماعتیں تو اپنی قوم کا مطلب یہ نہیں کہ ہندوستانی ہندوستانیوں کو جا کر سمجھائیں عرب عربوں کو سمجھائیں بنگالی بنگالیوں کو جا کر سمجھائیں نہیں بلکہ جہاں سے آئے ہو اپنے اپنے خاندانوں کو، محلے والوں کو، گاؤں والوں کو، قصبے والوں کو، برادری والوں کو جا کر سمجھائیں۔"[30]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[31]

اس آیت کی تشریح میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے "تقوی" کے رائج اور حقیقی مفہوم دونوں پر روشنی ڈالتے

ہوئے لکھتے ہیں:

"ہمارے یہاں" متقی" کا معنی ہے بڑا عبادت گزار راتوں کو بہت کم سوتا ہو اور نہ سوتا ہو تو اور زیادہ متقی ہے اور نہ کھاتا ہو اور اگر وہ مسلسل عبادت کرتا ہو تو وہ اور بڑا متقی ہے اور کثرت سے نماز پڑھتا ہو نماز ہی میں اس کا دل لگتا ہو جب دیکھو نماز پڑھ رہا ہے تو وہ اور بڑا متقی ہے اور ذرا سی چیز میں شبہ سے بچتا ہو متقی ہے۔ لیکن عربی میں جہاں سے یہ لفظ آیا ہے" تقوی" کے معنی زیادہ عبادت گزار اور زیادہ شب بیدار کے نہیں ہیں عربی زبان میں تقوی ایک مستقل صفت کا نام ہے تقوی عبادت کا نام نہیں، تقوی خوف خدا کا نام ہے تقوی تلاوت یا تسبیح کا نام نہیں، تقوی ایک مستقل صفت ہے، تقوی ایک مزاج ہے، تقوی ایک ملکہ ہے، تقوی ایک طبیعت ہے۔"[32]

خاتمۃ البحث:

سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ بر صغیر یعنی پاک و ہند کی ایک ممتاز اور غیر معمولی شخصیت تھے جن کو ایک صدی کی شخصیت کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے جس صدی میں سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی حیات و وفات ہے وہ صدی بر صغیر کی تاریخ میں باقی صدیوں کی نسبت مختلف حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اس صدی میں بر صغیر کو یورپ کے جدید اور ترقی یافتہ تمدن سے واسطہ پڑا جس نے بر صغیر کی تمدنی اور اخلاقی اقدار پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ مغربی اقتدار کی ظالمانہ پالیسیوں اور حق تلفیوں کے جواب کے طور پر ساکنان بر صغیر میں جذبہ حریت کو فروغ حاصل ہوا جذبہ حریت کی وجہ سے بر صغیر میں انقلاب کا راستہ ہموار ہوا۔ سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی زندگی اور ذہنی نشو و نما کی تشکیل ان خاص حالات میں ہوئی، انہوں نے حالات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا اور سمجھا اور ان میں مثبت اور تعمیری رویہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا انہوں نے سادہ دل مشرق اور شاطر و ہوشیار مغرب کی کشمکش کو دیکھا اور سمجھا، مغربی اقتدار کا خاتمہ بھی ان کے مشاہدے میں تھا آزادی کے بعد انقلاب کے مراحل کو بھی غور و فکر سے دیکھا۔ پھر ایک عالم دین، حساس دل رکھنے والے، دانش مند، داعی حق اور ملت اسلامیہ کے درد مند فرزند کی حیثیت سے وقت کے تقاضوں کو سمجھنے اور اعلی اقدار کی حامل زندگی کو استوار کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے عملی میدان میں داخل ہوئے اور اپنی فکر و عمل سے ایک عظیم مفکر، معلم اور مصلح کی ذمہ داری انجام دی۔ سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ ممتاز مفکر و مصلح، کامیاب معلم و مربی اور با اثر صاحب قلم تھے انہوں نے قوموں اور ملتوں کے عروج و زوال کے اسباب کو سمجھا ہندوستان کے غلامانہ دور کی پریشانیوں اور پسماندگی کا مشاہدہ کرنے کے ساتھ نئی حاصل ہونے والی آزادی کی مشکلات، فرقہ وارانہ اور طبقاتی کشمکش کے مناظر دیکھ کر ملک و قوم کو بربادی سے بچانے کے جذبہ کے حامل بنے مسلمانوں کی کامیابی اور اصلاح کی مفید صورتوں سے آگاہ کرتے ہوئے اس کے لیے قدیم و جدید وسائل کا مفید طریقہ کار اخذ کیا۔ قوم و ملت کی خیر خواہی کے جذبہ کے طور پر انہوں نے بہت سے اہم مسائل حل کیے قوم کے دانشور اور رہبر آپ کی عالمانہ اور فاضلانہ سوچ سے بہت متاثر ہوئے۔

سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ ملت کی سماجی اور سیاسی ضرورتوں اور تقاضوں پر ان کی اہمیت کے مطابق نظر رکھتے تھے۔ کام کرنے والوں کے درمیان طریقہ کار اور نقطہ نظر کا جو فرق ہوتا اس کو اختلاف اور کشمکش کا موضوع بنانے کی بجائے اپنا ضروری تعاون دیتے تھے۔ متعدد الفکر جماعتوں کے ساتھ تائید و تعاون کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ان کی اپنی رائے نہیں تھی بلکہ وہ محض ملت کی بقا اور ترقی کی مصلحت کی خاطر چھوٹی اور انفرادی مصلحتوں کو نظر انداز کر کے بڑی مصلحت کے لیے تائید و تعاون کرتے تھے۔ سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ سماجی اور ملی مسائل میں نبوی طریقہ اپنانے کی کوشش کرتے کہ مخاطب سے اس کی زبان اور

فہم کے مطابق گفتگو کی جائے مخلصانہ اور ہمدردانہ انداز میں اصل مرض کو سامنے رکھتے ہوئے معالجانہ جذبہ سے بات کی جائے۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نرم مزاج، کشادہ دل، حلیم و بردبار، متواضع و عاجز اور اپنے بڑوں کی رائے کا احترام حد سے زیادہ کرتے تھے۔ لیکن انسانیت کو درپیش مسائل اور آزمائش کے وقت وہ اپنے موقف پر بالکل غیر لچکدار رویہ اختیار فرماتے دوسرے مفکرین کے نظریات اور خیالات ان کو کبھی متزلزل نہ کرتے وہ جس بات کو حق سمجھتے اسی کو ہی حق کہتے اور اسی پر ثابت قدم رہتے۔ تقسیم ہند کے بعد بعض زعماء ملت نے ہندوستانی تہذیب کے اختیار کرنے اور ہندوستانی دیوتاؤں کی تعظیم کا آوازہ بلند کیا جس سے اسلامی تہذیب و تمدن کو خطرہ پیدا ہو گیا تو مولانا نے مسلمانوں کے تشخص کے استحکام و بقا اور اتباع شریعت اور مسلمانوں کے مذہبی مقامات کی حفاظت کے لیے اواز کو بلند کیا۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے مسلکی، نظریاتی اور گروہی اختلافات سے بلند ہو کر ہندوستان کی صورتحال کا مشاہدہ کیا۔ زندگی کی لازوال اقدار کو ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھا اور ایک ایسے ملک میں جو مختلف مذہبوں، مختلف تہذیبوں، مختلف ثقافتوں اور مختلف قوموں کی آماجگاہ ہونے کی وجہ سے دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں الگ حیثیت رکھتا ہے جینے کا سلیقہ اور رہنے کے آداب بتائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

[1] ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)، 13:1۔

[2] ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، 89:4۔

[3] ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، 175:3۔

[4] القرآن، ۱۱:۳۴۔

[5] القرآن، ۱۴:۵۲۔

[6] ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، 137:7۔

[7] القرآن، ۲:۲۵۹۔

[8] ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، 168:3۔

[9] القرآن، ۲۲:۲۵۔

[10] ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، 283،284:3۔

[11] القرآن، ۷۵:۲۷،۲۶۔

[12] ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، 23:5۔

[13] القرآن، ۹:۱۲۲۔

[14] ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، 203:6۔

[15] القرآن، ۲:۲۰۸۔

[16] ابوالحسن علی ندوی، قرآن کا مطالبہ (لکھنؤ: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، 1989ء)، 1:8۔

[17] القرآن، ۴:۱۔

[18] ابوالحسن علی ندوی، نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں (لکھنؤ: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، 2011ء)، 1:119۔

[19] القرآن، ۲:۱۳۳۔

[20] ابوالحسن علی ندوی، ''فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے،'' تعمیر حیات لکھنؤ 25۔ نمبر 2 (اگست 1994ء): 7۔

[21] القرآن، ۸:۲۹۔

[22] ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، 7:260۔

[23] القرآن، ۵:۹۷۔

[24] ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، 3:190۔

[25] القرآن، ۴:۱۱۴۔

[26] ابوالحسن علی ندوی، تحفہ دین ودانش (لکھنؤ: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، 1987ء)، 1:89۔

[27] القرآن، ۳:۱۰۳۔

[28] ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، 7:65۔

[29] القرآن، ۹:۱۲۲۔

[30] ابوالحسن علی ندوی، ''ہندوستانی مسلمانوں کا وجود دینی تعلیم کے ساتھ وابستہ،'' تعمیر حیات لکھنؤ 10۔ نمبر 1 (جون 1986ء): 4۔

[31] القرآن، ۲:۱۸۳۔

[32] ابوالحسن علی ندوی، رمضان المبارک اور اس کے تقاضے (رائے بریلی: سید احمد شہید اکیڈمی، 2011ء) 1:85۔